

حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب مدظلہ

غیر اسلامی ممالک میں قضا کا طریقہ کار

قضا اسلامی تشخص کی تکمیل کا ایک اہم حصہ ہے جس کے بغیر اسلامی زندگی ناقص اور ادھوری ہے۔ نظام قضا کے ذریعہ محاسبہ اور مواخذہ کی اس اہم دفعہ کی آبیاری ہوتی ہے جس پر اسلامی زندگی کی بنیاد قائم ہے۔ اگر انسان کے انفرادی یا اجتماعی افعال پر اپنی یا کسی قابل تعظیم شخصیت کی نظر نہ ہو یا اس کو آزاد چھوڑ کر اس کے کیے ہوئے افعال پر کوئی باز پرس نہ ہو تو اس سے قوت بہیمی کو حوصلہ افزائی کا ایسا موقع مل سکتا ہے جس سے انسانی اقدار مجروح ہوں۔ اسلام کے نظام قضا و قانون کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ قضا صرف ایک معاشرتی ضرورت نہیں جس کی حاجت اجتماعی معاشرہ میں محسوس ہو بلکہ یہ مسلمانوں کا ایسا دینی اور مذہبی فریضہ ہے جس کی ضرورت قدم بقدم محسوس ہوتی ہے۔ قضا دیگر عبادات کی طرح مستقل عبادت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے بیٹھنا مجھے ستر سال کی عبادت سے زیادہ پسند ہے۔ چنانچہ علماء یہ تقرب الہی کا ایک ذریعہ متصور کرتے ہیں۔

قال بعضهم القضاء امر من امور الدين ومصلحة من مصالح المسلمين تجب العناية به لان بالناس اليه حاجة عظيمة وهو من انواع القربات الى الله عز وجل ولذا تولاه الانبياء عليهم السلام۔ (الفقه الاسلامي وادله جلد ۶ ص ۴۷)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ قضا دین کے امور میں سے (ایک اہم) امر ہے اور مسلمانوں کی بہتری کا ایک شعبہ ہے اس کا اہتمام ہونا چاہیے۔ کیونکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے ذرائع میں سے ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی یہ ذمہ دار قبول کی۔

اس لیے اسلامی معاشرہ میں انفرادی اور اجتماعی غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی رعایت ضروری ہے۔ اس کی ادائیگی کے بغیر مسلمان مسئولیت کی ذمہ داری سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔

نظام قضا کیلئے قوت تنفیذ کی ضرورت | ایسی صورت میں نظام قضا کا نفاذ اور اجراء کسی ولایت عامہ یا قوت تنفیذی کے وجود پر موقوف نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تحکیم (پنجائیت) یعنی کسی ثالث کو فیصلہ کرنے کا اختیار دینا نظام قضا کا ایک شعبہ ہے۔ اس میں اگرچہ حکم یعنی ثالث کی ولایت ناقص ہو کر صرف طرفین تک محدود رہتی ہے۔ اس

میں بھی طرفین فیصلہ کرنے سے قبل بغیر کوئی وجہ بتائے رجوع کا حق قضاء محفوظ رکھتے ہیں لیکن ایک دفعہ ثالث کا فیصلہ جب صادر ہو تو یہ مستقل قضا بن کر کسی دوسرے اعلیٰ قاضی کی عدالت میں مرافعہ کے وقت کسی خاص ضرورت کے بغیر اس کو فسخ کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ طریقین حسب معاہدہ اس فیصلہ کے پابند رہیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نظام قضا جزوی طور پر کسی قوت اور طاقت کے استعمال پر موقوف نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ شر القرون کے ان ادوار میں انسان طبعی حرص و لالچ کی وجہ سے کسی دوسرے کے حق کی ادائیگی کے لیے آسانی سے تیار نہیں ہوتا اور اپنا حق منوانے کے لیے جملہ وسائل بروٹے کار لانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتا۔ اس لیے نظام قضا کے مثبت نتائج کے مشاہدہ کے لیے قوتِ تنفیذ کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ **وَ أَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنْفَعٌ لِلنَّاسِ كِى بَرَكْتَ** سے شرعی فیصلہ کا تقدس اور عظمت بحال رہ سکے۔

غیر اسلامی علاقوں میں | مسلمان ممالک کی طرح غیر اسلامی ممالک میں بھی جہاں پر کفار کا غلبہ ہو اور مسلمان اقلیت نظام قضا کے چند نظام میں رہ رہے ہوں، مسلمان اپنا مذہبی تشخص باقی رکھنے کے پابند ہیں جیسا کہ عبادات سے مسلمان بری الذمہ نہیں ہو سکتے، ایسا ہی حسب طاقت مسلمان اپنے مسائل اسلامی طرزِ حیات میں طے کرنے کے پابند ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

پس تیرے رب کی قسم وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تم کو منصف نہ جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (سورة النساء ۶۵)

مکی زندگی کے جائزہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہجرت سے قبل مسلمانوں کو یہاں پر غلبہ حاصل نہیں تھا بلکہ اقلیت کی حیثیت سے رہ رہے تھے، لیکن اس کے باوجود مسلمان اپنے فیصلے اپنے درمیان کرتے تھے، کسی غیر اسلامی فیصلہ کرتے والے کے پاس جانے کی ضرورت کبھی محسوس نہیں کی۔

ایسا ہی مدنی زندگی میں اگرچہ خاص علاقوں پر مسلمانوں کا غلبہ تھا لیکن جو علاقے مسلمانوں کی دسترس سے باہر تھے وہاں کے کچھ باشندے جب اسلام کی نعمتِ عظمیٰ سے مشرف ہو جاتے تو اپنے فیصلے باہمی مشورہ سے طے کرتے۔ فقہی جزئیات کی تائید | فقہاء کرام نے اس کی تصریح کی ہے کہ جہاں کہیں کفار کا غلبہ ہو اور مسلمان اقلیت میں رہ رہے ہوں تو مسلمان باہمی منازعات طے کر کے اس کے فیصلہ کرنے کے لیے اپنے کسی مسلمان قاضی کی

تقرری کے پابند رہیں گے۔ علامہ کمال ابن ہمام فرماتے ہیں:-
 هَذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ سُلْطَانٌ وَلَا مَن يَجُوزُ | يَهْكُمْ أَسْ وَتْ هِيَ جِهَانْ كَبِيسْ حَاكِمْ نَهْ هُوَ أَوْ رَا كَسِي كَا فَر

سے قضاء قبول کرنے کی کوئی صورت نہ ہو جیسا کہ بعض مغربی اور حبشہ کے ممالک میں ہے، تو بحسب مسلمان باقاعدہ مال کی ادائیگی کے معاہدہ پر رہ رہے ہوں ان پر ضروری ہے کہ اپنے درمیان کسی ایک پر اتفاق کر کے اس کو قاضی مقرر کریں جو ان کے درمیان فیصلے کرے اور ان کے لیے امام مقرر کرے تاکہ ان کو جمعہ (وعیدین) پڑھائے۔

منہ کما فی بعض بلاد المسلمین علیہم الکفار کقرطبہ فی المغرب الآن وبتسیہ وبلاد الحبشہ واقروا المسلمین عندہم علی مال یؤخذ منہم بحسب علیم ان یتفقوا علی واحد یتفقوا علیہ والیا فیولی قاضیا ویكون هو الذی یقضی بینہم وکذا ینصبوا لہم (اماماً لیصلی بہم الجمعة۔ فتح القدیر جلد ۶ ص ۳۶۵)

مسلمانوں کے اتفاق | ایسی حالت میں اگر مسلمان باہمی اتفاق سے کسی ایک معتمد شخص کو اپنا قاضی مقرر کریں سے قاضی کی تقرری | تو اس کی حیثیت قاضی کی ہوگی مسلمان اس کے فیصلہ کے پابند ہوں گے۔ چنانچہ

رویت ہلال سے صوم و افطار میں اس کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ جمعہ و عیدین دیگر شرائط کی رعایت کے بعد اس کی موجودگی میں ادا ہوں گے۔ شیخ بدرالدین محمود بن اسماعیل الشہیر بابن قاضی سماوہ فرماتے ہیں :-

وہ علاقے جہاں پر کفار کا غلبہ ہو تو مسلمانوں کے لیے جمعہ و عیدین کا پڑھنا جائز ہے اور مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے قاضی باقاعدہ قاضی ہوگا۔

واما فی بلاد علیہا ولایۃ کفار فیحوز للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد و بصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین۔ (جامع الفصولین ج ۱ ص ۱۷۱)

علاؤ الدین | اس کی مزید اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

اگر کفار کے غلبہ سے کہیں مسلمان ولایت عامہ محروم رہیں پھر بھی اپنے لیے والی کی تقرری ان پر ضروری ہے۔

ولو فقد وال لقلبہ کقار و جب علی المسلمین تعین وال۔ (الدما المختار علی ہاش رد المختار ج ۱ ص ۲۰۸)

موجودہ وقت میں غیر | ہر مملکت میں قضا | محاورہ میں جسے جمہوری دور کہا جاتا ہے، اس میں جہاں کہیں مسلمان اکثریت میں ہیں اور حکومت کر رہے ہیں تو اپنے جملہ وسائل بروئے کار لا کر اس ملک میں مکمل اسلامی نظام کا قیام اس ملک کے ہر مسلمان باشندہ کی ذمہ داری ہے۔ لیکن جہاں کہیں مسلمان اکثریت میں نہ ہوں بلکہ کسی غیر اسلامی نظام حیات کے تابع ہوں تو ان ممالک میں بھی بقدر استطاعت مسلمان اپنے مذہبی اقدار کی رعایت کرنے کے پابند ہوں گے۔ عقائد و اعمال کی درستگی اور اسلامی طرز حیات کے مطابق زندگی بسر کرنا تو انفرادی معاملہ ہے جس میں ان کا کوئی عذر قابلِ سماع نہیں، خاص کر جن ممالک میں مذہبی آزادی ہو لیکن باہمی جھگڑے اسلام کی روشنی میں طے کرنے کی بظاہر دو صورتیں نظر آتی ہیں :-

پہلی صورت | پہلی صورت یہ ہے کہ مسلمان اگر کہیں اجتماعی طور پر اس نظام کے قیام سے عاجز ہوں

تو خود مذہبی جذبہ کی روشنی میں انفرادی طور پر اپنے معاملات قرآن و حدیث کی روشنی میں طے کریں۔ ایسی صورت میں کسی غیر اسلامی حکومت کے لیے کسی قسم کی قانونی پیچیدگی پیدا کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ کسی مروجہ قوانین تک نوبت پہنچنے سے قبل ہی مسلمان اپنے معاملات خود کسی ایسے عالم کے ذریعہ طے کریں جس میں اسلام کی روشنی میں طے کرنے کی اہلیت ہو۔ اس میں کسی فعال اسلامی تنظیم کو بھی بروئے کار لایا جاسکتا ہے کہ وہ تنظیم خود مسلمانوں کے معاملات فیصلے کرانے کا انتظام کرے یا کسی اور کے ذریعہ کرانے کا بندوبست کرے۔

انفرادی طریقہ کار کی کمزوریاں | اس طریقہ کار سے اچھے نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے لیکن پھر بھی اس کا دائرہ بہت محدود ہوگا۔ کیونکہ اس کی حیثیت ”تحکم“ کے سوا اور کچھ نہیں اور ”تحکم“ کا دائرہ بہت محدود ہے۔ علاوہ ازیں ایسی صورت میں سیاسی طور پر مسلمانوں کے لیے کئی مشکلات پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اولاً یہ کہ مسلمانوں کے پاس ایسے نظام کی تنفیذ کے لیے جب کسی مروجہ قانون کا سہارا نہ ہو تو محض دینی جذبہ سے اس کے تابع رہنے کے نتائج بہت کم سامنے آئیں گے۔ انسان طبعی طور پر نقصان برداشت کرنے یا کسی معاملہ میں ہار مانتے کیلئے آسانی سے تیار نہیں ہوتا۔ عین ممکن ہے کہ کسی مسلمان کو اگر شرعی فیصلہ میں اپنا نقصان نظر آئے تو وہ کسی مسلمان فیصلہ کنندہ کے پاس جانے کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا بلکہ متبادل ذرائع تلاش کر کے رائج الوقت قانون میں اپنا سہارا ڈھونڈے گا۔ علاوہ ازیں شرعی طور پر بھی ”محکم“ کا اختیار چند مسائل تک محدود ہے۔ قصاص و دیت اور حدود جیسے مسائل مٹانے کی اہلیت ”محکم“ میں نہیں۔ اور کہیں کسی فعال تنظیم یا دینی در بدر کھنے والے مسلمانوں کی مساعی سے یہ نظام کامیابی سے ہمکنار ہو اور اس کے اچھے نتائج محسوس ہوں تو یہ مسلمانوں کے سیاسی استحکام کی دلیل ہوگی اور اس سے رائج الوقت حکومت اپنے لیے مستقبل میں خطرہ محسوس کرے گی، ممکن ہے کہ مسلمانوں کے اس باہمی تعاون کی وجہ سے بعض علاقوں میں مسلمان اس درجہ میں منظم ہوں کہ ان کے پاس معاشرتی میدان میں عملی طور پر قوتِ تنفیذ حاصل ہو اور مسلمان جبری طور پر اسلامی فیصلہ مانتے کے لیے تیار ہوں۔ یہ صورت اگرچہ بذاتِ خود بہت اچھے نتائج کی حامل ہے لیکن سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کی سرگرمیاں اس سے متاثر ہو سکتی ہیں جس سے غیر اسلامی اقتدار اعلیٰ ایسی کامیابی میں اپنے لیے خطرہ محسوس کرے گا۔

دوسری صورت | ایسے غیر اسلامی ممالک میں مسلمان اپنی ذمہ داری ایک دوسرے طریقہ سے نباھ سکتے

ہیں کہ مسلمان اسلامی نظامِ قضاء کے تحفظ کے لیے رائج الوقت قوانین کا سہارا لیں۔ اور موجودہ وقت میں شخصی قوانین کے تحت قابلِ عمل بھی ہے۔ اس لیے اگر مسلمان محنت کر کے سیاسی میدان میں اتنا مقام پیدا کریں کہ حکومتِ وقت سے اپنے حقوق متوا سکیں مسلمان ایسے قوانین کے بنانے پر زور دیں کہ رائج الوقت قوانین میں مسلمانوں کو اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرنے کا حق دیا جائے، یعنی جو مسلمان ہو گا وہ اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ ممکن ہے کہ

اقتدار اعلیٰ ہر مسئلہ میں ایسے فیصلہ کرنے کی اجازت نہ دے، لیکن بعض امور میں یہ حق ملنا بھی مسلمانوں کیلئے موقعہ غنیمت سے کم نہیں، کیونکہ مالایدرل کلمہ لایترک کلمہ کے قاعدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے جو کچھ بھی ہو سکے اس سے وگردانی اور اعراض نہ کیا جائے۔ ایسی صورت میں علاقائی تحدید کی طرح اگر بعض مسائل تک قاضی کا دائرہ اختیار محدود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نظام قضا میں اس کی گنجائش ہے کہ کسی قاضی کا دائرہ اختیار ایام یا احکام کے اعتبار سے محدود ہو۔ چنانچہ علامہ ”الماوردی“ المتوفی ۴۵۰ھ فرماتے ہیں :-

ویجوز ان تكون ولاية القاضي مقصورة على حكومة بينهما بين خصمين ولا يجوز ان ينقد النظر الى غيرهما من الخصوم وتكون ولاية على النظر بينهما باقية ما كان التشاجر بينهما باقياً فاذا ثبت الحكم بينهما زالت ولاية.... فلولم يعين الخصوم وجعل النظر مقصوراً على الايام وقال قلاتك النظر بين الخصوم في يوم السبت وحده جاز نظره فيه بين الخصوم في جميع الاعاوی۔
الاحكام السلطانية والولايات

یہ جائز ہے کہ کسی قاضی کا دائرہ اختیار کسی خاص افراد کے فیصلہ تک محدود ہو تو ان کے علاوہ دوسروں پر اس کو فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل نہیں، ان مخصوص افراد کے درمیان جب تک یہ معاملہ باقی ہو تو قاضی کو فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے جب ان کا فیصلہ ہو جائے تو اس کی اختیاً ختم ہوگا۔۔۔۔۔ اگر طرفین کا تعین نہ ہو بلکہ خاص ایام میں اس کو فیصلہ کا اختیار دیا جائے۔ مثلاً تجھے ہفتہ کے دن فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے، تو ہفتہ کے دن جملہ فیصلوں کا اختیار اس کو حاصل ہوگا۔

غیر اسلامی حکومت سے اس پر یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ کسی غیر اسلامی حکومت سے عہدہ قضا کا قبول کرنا کہاں عہدہ قضا قبول کرنے تک جائز ہے حالانکہ اس میں غیر اسلامی حکومت کو دوام بخشنے اور اس سے تعاون کی کی شرعی حیثیت ایک صورت ہے جو تعاون علی المسیئت کے مترادف ہے، لیکن اس کا جواب یہ ہے

کہ جب تک کسی مذہبی عقیدہ اور تشخص کے مجروح ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی صورت میں ایسے عہدے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں جہاں کہیں مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں، تو اپنے حالات کے مطابق فیصلہ کر کے شرکت کر سکتے ہیں اور کسی غیر اسلامی قانون کے ذریعہ جب اسلامی قضاء کو دوام بخشنا جائے تو ایسے قاضی کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں واجب العمل ہوگا۔ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں :-

ولكن اذا ولي الكافر عليهم قاضيا ورضيه المسلمون صحت تولية بلا شبه۔ (رد المحتار علی الدر المختار المعروف بثنائی ج ۴) ۳۰۶

اگر کسی کافر نے مسلمانوں کیلئے ان کی مرضی کے مطابق قاضی مقرر کیا تو یہ اس کی تولیت بلاشبہ جائز ہے۔

ایسا قاضی مسلمانوں کے لیے جملہ وہ امور جاری کر سکتا ہے جو دارالسلام میں ایک قاضی کے دائرہ اختیار میں ہو۔ چنانچہ شیخ بدرالدینؒ فرماتے ہیں۔

وہ علاقہ جس میں کسی کا فر بادشاہ کی طرف سے مسلمان گورنر ہو تو اس میں جمعہ و عیدین کی اقامت، خراج، قضا کی تقرری اور یتیم بچوں کی شادی کرانے کا حق حاصل ہے کیونکہ ان پر مقامی طور پر مسلمان کی حکومت ہے۔

وكل مصرفيه وال مسلم من جمعة الكفار تجوز فيه اقامة الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقليد القضاء وتزويج الیافی لا ستيلاء المسلم علیهم (جامع الفصولین ج ۱ ص ۱۷۱)

بہر حال کفار کے غلبہ کے وقت ان کی قوت تسلیم کرنا شریعت میں ناجائز نہیں، لیکن اگر مسلمانوں کے ترک مولات سے کہیں کافرانہ نظام حکومت متزلزل ہو کر اپنی زندگی پوری کرنے کی حالت میں ہو تو پھر کفر کی ڈوبی ہوئی کشتی کو سہارا دینا تعاون علی المعصیت کے مترادف ہے، ایسی حالت میں کشتی کسی سنجیدہ اور با وفا ملاح کے حوالہ کرنا چاہیے تاکہ وہ ان کی بہتری کے بارے میں سوچ سکے۔

انصاف کی رعایت نہ ہونے کے | لیکن ایسے غیر اسلامی ممالک میں یہ طریقہ اپنانا اُس وقت مخص ہے جب وقت عہدہ قضا قبول کرنا جائز نہیں | تک حکومت وقت ان کے مذہبی معاملات میں کوئی دخل نہیں رکھتی ہو اگر کہیں ایسی حالت میں مسلمان انصاف قائم نہ رکھ سکتے ہوں تو پھر ظلم و ستم کے لیے آئے کار نہیں بننا چاہیے، ورنہ اپنا مذہبی تشخص ضائع کرنے کے سوا اور کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم المصری فرماتے ہیں :-

مصنف نے ظالم سے قضا قبول کرنے کا جو مسئلہ بیان کیا ہے، یہ اُس وقت ہے جب قاضی انصاف کے ساتھ فیصلہ کر سکتا ہو، جب یہ ممکن نہ ہو تو پھر قضا قبول کرنا جائز نہیں جیسا کہ ہدایہ میں ہے کیونکہ ایسی صورت میں مقصود حاصل نہیں ہوتا۔

ما ذکر المصنف من جواز التقليد من الجائر مقید بما اذا كان يملكه من القضاء بالحق اما اذا لم يملكه فلا كما في الهداية لان المقصود لا يجلب به۔ (مجموع الرائق ج ۶ ص ۱۷۱)

اعتذار

ہمیں افسوس ہے کہ ماہنامہ ”الحق“ کی طباعت میں تاخیر سے قارئین

کو شدت سے انتظار کی زحمت ہوئی، دراصل گذشتہ ماہ سے ”الحق“ کے کاتب کی شدید علالت کی

وجہ سے پرچہ کی کتابت کا مرحلہ خاصہ پریشان کن رہا، پھر اکوڑہ خٹک کوئی ایسا مرکزی شہر بھی

نہیں جہاں کاتب دستیاب ہوں یا کمپیوٹر کی سہولت میسر ہو، قارئین سے درخواست ہے

کہ وہ حسب سابق ادارہ کی مجبوریوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس غیر امدادی تساہل کو محسوس نہ

فرمادیں، ادارہ اس پر اپنے تمام قارئین سے معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)